

سوال نمبر: 06

مکالمہ نویسی

۴ دو دوستوں کے درمیان احترام اساتذہ کے موضوع پر مکالمہ

کردار: نور
فاطمہ

منظر: نور اور فاطمہ کالج کی کئیں میں بیٹھیں اور ایک دلچسپ موضوع پر بات کر رہی ہیں۔

نور: السلام علیکم اکیسی ہو؟

فاطمہ: وعلیکم اسلام! میں ٹھیک ہوں، تم سناؤ؟

نور: میں بھی ٹھیک ہوں

فاطمہ: یار وہ --- (اداسی فاطمہ کے چہرے پر منڈلا رہی تھی)

نور: کیا ہو فاطمہ، تم ٹھیک نہیں لگ رہی؟

فاطمہ: یار آج وہ کلاس میں ہوا

نور: کیا ہوا؟

فاطمہ: یار بخلے معاشرے میں استاد کی عزت بالکل نہیں رہی

نور: یار یہ تو ایسا ہی ہے، تم انہیں نظر انداز کروں

فاطمہ: کیسے نظر انداز کر سکتی ہوں یار طالب علم ہوں اور

استاد کی عزت مجھ پر نہیں ہم سب پر فرض ہے

نور: ہاں یار اب تو مجھ میں بھی اچھا محسوس نہیں کر رہی۔۔۔

فاطمہ: یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ آج استاد کی عزت نہیں کر جاتی

نور: یہ تو ہمارے اساتذہ کے سواۃً خالصاً ہے

فاطمہ: وہ جو ہمیں قلم کا استعمال سیکھاتے ہیں، اگر ہم ان کی

عزت نہیں کریں گے تو ہم کامیاب کیسے ہوں گے؟

مجھے تو انت کھنہ آریا ہے - یہ بچیاں استاتہ کی بات کیوں نہیں
مانتی

نور: یاں تم بھلے ٹھیک کہہ رہی ہو
فاطمہ: استاد ہمیں یہی تو بڑھا رہے ہیں، فائدہ بھارا
ہی تو یونہی تو پھر ہمیں ان کی بات کورتے سنتی چاہیے ناں؟
نور: یاں فاطمہ! مجھے تم پر فخر ہے کہ تم میری دوست ہو
فاطمہ: شکریا! لیکن اب اس مسئلے کا کوئی حل نکالتے ہیں
نور: فاطمہ مجھے لگتا ہے ہمیں ایک ایک کر کے ان سے بات کرنی
چاہیے

فاطمہ: نہیں! یہ لوگ بھائی بھی بات نہیں سننے دیتے - (ایسا کرتے دیکھتے ہیں اب)
کاغذ پر لکھ دیتے ہیں اور پھر سب کو بلا کر کاغذ کو پڑھتے ہیں
نور: ہاں یاد بات تو ایک ہی ہوتی
فاطمہ: ہمیں یہ بتانا پڑے گا کہ استاد بچے کو صرف تعلیم نہیں
دیتے بلکہ انہیں اچھا انسان بھی بناتے ہیں - وہ قومیں کامیاب
نہیں ہوتی جو استاد کی عزت نہیں کرتی
نور: تم نے ٹھیک کہا یہ کتابیں ہمیں صرف لکھنا پڑھنا سکھاتی
ہے پر ہمیں اخلاقیات استاد سکھاتے ہیں -
فاطمہ: علامہ اقبال کیا خوب کہتے ہیں

سیخ مکتب ہے اک عمارت گری
اس کی صنعت ہے روح انسانی
نور: واہ واہ! فاطمہ آپ تو نشانی بن گئی ہے - اب یہ میں

کو اس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں
آدمی آدمی بناتے ہیں

فاطمہ: واہ نور! کیا بات کر رہی - بات بھلے ٹھیک ہے جب اسلام
میں استاذہ کی عزت اور احترام سکھاتے ہیں، تو ہم کون
ہوتے ہیں کہ اس کا کیا نہ مانے؟
نور: درست! اور ہمیں پتہ ہے کہ استاد جو پڑھتے ہیں ان کا
مقام و مرتبہ والدین جیسا ہوتا ہے، لہذا ان کی عزت
ہم سب پر فرض ہے

فاطمہ : افسوس اس بات کا ہے کہ غیر ہمارے سے تعلق رکھنے والے ہم سے زیادہ اپنے استاذہ کی عزت کرتے ہیں۔ دفتروں میں، بیسوں میں، عوامی مقامات پر ہر جگہ استاد کو ترجیح دی جاتی ہے۔
نور : اور یہاں! افسوس ہے کہ ہم مسلمان ہونے کے باوجود استاد جیسی نعمت کی قدر نہیں کرتے اور سب سے افسوس ناک بات یہ ہوتی سمجھتی ہیں کہ بیسوں سے استاد کو خرید لیا ہے۔

فاطمہ : ہاں نور! کیا یہ بات درست ہے! یاد نور! اس کی وجہ ہم تو یہی ہیں لیکن کچھ استاذہ خود ہی اپنی عزت کی فکر نہیں کرتے۔

نور : تو ہمیں انہیں بھی پیغام دینا چاہیے کہ ہم آپ کی قدر کرتے ہیں لہذا آپ ہمیں اپنی اور موقع دے۔

فاطمہ : اور اس کے ساتھ استاذہ کو بھی چاہیے کہ اپنے کردار اور سچے پر خور کرے اور پھلائی بھی عزت کرے۔

نور : اللہ ہمارے معاشرے کو ہدایت دے کہ وہ استاذہ کی عزت کرے۔

فاطمہ : ہاں دوست! اب چلتے ہیں۔ کلاس شروع ہو گئی ہے۔

نور : چلو میں چلتی ہوں۔ بعد میں ملاقات ہوتی ہے۔

فاطمہ : اللہ حافظ نور! اپنا خیال رکھنا۔

نور : تم بھی خدا حافظ! اور کل کل کر بچوں کو سمجھائے گئے، کبھی فاطمہ! ہاں ضرور!

(دفعہ دویش) اپنی اپنی کلاس میں چلی جاتی ہیں)

اور کوٹ کا ()

() خلاصہ

شام کا نام : غلام عباس

جنوبی کی ایک شام کو ایک خوش پوش نوجوان ڈیوس روڈ سے تر، کرمال روڈ پر پہنچا اور ایسٹی ٹی پڑی پر تلے لگا۔ اس نے ہاتھ میں جھوٹی سی پھڑی تقاعی ہوئی تھی اور غزے سے کھا دیا تھا۔ بیفتہ کی ایک شام تھی اور موسم ایسا حسین تھا کہ امرالہ سیر ڈاؤن اور تفریح کے مقامات پر محفوظ ہو رہا تھا۔ نوجوان سمیٹ کی بیچ پر بیٹھا ترزے والے مردوں کو دیکھا رہا۔ نوجوان کا ایسا اور کوٹ اعلیٰ تھا اور اس میں یہ اپنے حال میں مگن تھا۔ اس نے سیکریٹ خریدی اور شام کے سات بجے تک مرگشتی کر لیا تھا۔ نوجوان بھی موسیقی کا مرکز لپٹاؤ بھی قالینوں کی دکان کا جائزہ لیتا۔ نوجوان نے ایک دلچسپ جوڑے کا تعاقب شروع کر دیا اور میٹروڈ روڈ کے جانب چلا آیا۔ ابھی اس نے ادھی سڑک پار کی تھی کہ ایک اینٹوں سے بھری لاسی اسے ٹکر مار کر اسے ہسپتال تک لے گئی۔ نوجوان کے سرے خون آلود ہو گئے اور اس کے اعلاج سے پہلے ہی اس سفید پوش طبقے سے تعلق رکھنے والے نوجوان کی دھڑ بھری داستان سب کے سامنے آ گئی۔ یہ کسی کھانے سے خاندان کا چشم و چراغ نہ تھا۔ اس کے اعلیٰ اور کوٹ کے لیے یہ برائی دھجی سے پتلون کو باندھا تھا۔ ہسپتال تک اور جرابوں سے بھی پوتی تھیں۔ نوجوان اس وقت تک دم توڑ چکا تھا۔ اس کا جسم اور روح اس برہنہ سے محل پر گیا۔ اس کی بید کی پھڑی کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔